(بقلم جناب اسحاق رحیم بخش صاحب،بی۔اے۔ایل۔ایل بی۔ سینئیر سول جج لاہور)

Jesus Christ

By
Ishaq Raheem Bakash B.A.L.LB Senior Civil Judge Lahore

1st Time Published in December 20th 1961
Jan 1st 2007
www.noor-ul-huda.org

ظہورالمسیح

سے قرن ہا پیشتر زمانہ بہ زمانہ اہلِ اسرائیل،انبیاء کے الہامی اقوال اور پیشین گوئیوں کے باعث المسیح کے منتظر تھے۔ عہدنامہ عتیق کے صفحات پر یہ حقیقت ثبت ہے۔

جس زمانہ میں فی الحقیقت المسیح نے ظہور فرمایا۔اہل اسرائیل بالخصوص آپ کی آمد کے منتظر تھے۔اُن کی توقع یہ تھی کہ آپ اُنہیں غیر قوم کی سیاسی غلامی سے رہائی دیں گے اور اقوام عالم پر اُن کی سیاسی اور اقتصادی برتری کی دھاک بٹھائیں گے۔ان کا خیال تھاکہ بحیثیت حکمران وہ دنیاوی حشمت وجلال سے حکمرانی کریں گے اور بطور امام اعظم "شرعی رسومات" سرانجام دیں گے نہ انہیں ختم کریں گے۔چند صاحبانِ نظرالمسیح کی ابدی کہانت اور آسمانی بادشاہی کے امکانات سے بے خبر نہ تھے۔ لیکن "من حیث القوم "اہل اسرائیل مسیحا کے صحیح اور روزاول سے "مقسوم" مقام سے بے خبر رہنا پسند کرتے رہے۔انسانی فطرت کا یہ تقاضا ہے کہ جب دل ودماغ روشن ہورہے ہوں تو وہ اُن اقدامات پر زیادہ وقت صرف نہیں کرنا چاہتی جو روشنی کو پورے طور پر دل ودماغ پر قبضہ کرنے کے لئے ضروری ہیں۔

"تو بھی اُس نے ہماری مشقتیں اٹھالیں اور ہمارے غموں کو برداشت کیا۔پر ہم نے اُسے خدا کامارا کوٹا اور ستایا ہوا سمجھا۔حالانکہ وہ ہماری خطاؤں کے سبب گھائل کیا گیا۔اور ہماری بدکرداری کے باعث کچلا گیا۔ہماری سلامتی کے لئے اُس پر سیاست ہوئی تاکہ اُس کے مار کھانے سے ہم شفا پائیں"۔

سلطنت اُس کے کاندھے پر ہو گی۔اور اُسکا نام عجیب، مشیر، خدائے قادر، ابدیت کا باپ اور سلامتی کا شہزادہ ہو گا"۔

اہلِ اسرائیل کی توقعات صرف دنیاوی شہنشاہ تک محدود ہو گئیں۔۔۔۔۔اگر المسیح اہلِ اسرائیل کی توقعات کے مطابق جو وہ ایک دنیاوی حکمران کی نسبت رکھتے تھے ظہور فرماتے تو وہ فی الواقع "دغاباز" ہوتے۔ کیونکہ اہلِ اسرائیل کی اکثریت المسیح کے متعلق جو توقعات رکھی تھی وہ خود غرضی، لالچ، جاہ پرستی اور کمال کی کمی پر محمول تھیں۔اور صرف ایک دغاباز گری ہوئی انسانی فطرت کے تقاضاؤں کا مظہر ہو سکتا تھا۔ "عوامی اور عمومی" مسیحا بننے کے لئے یہ ضروری ہوتا کہ وہ "عوام" کی اقدار کے ترازو پر پورا اترتا یہ ناممکن تھا کہ ایک "دغاباز" اُن خواص کا حامل ہوتا جو عوام اپنے مسیحا میں نہیں دیکھنا چاہتے تھے۔ کوئی شخص کسی مقصد کو حاصل کرنے کے لئے وہ ذرائع استعمال نہیں کر سکتا جو حُصولِ مقصد کے منافی ہوں۔ غور فرمائیے کہ انبیا نے المسیح کی ذات وصفات کے متعلق صاف الفاظ میں پیشین گوئیاں کی تھیں۔اہل یہود نے یا تو غلط تاویلات کیں یا "غلط اشخاص" پر اُنہیں منطبق کیا اور ایسے المسیح کا انتظار کرتے رہے جو انبیاء کی پیشینگوئیوں کے مطابق نہ تھا۔

"خداوند فرماتا ہے کہ میرے خیال تمہارے خیال نہیں اور نہ تمہاری رائیں میری رائیں ہیں" کیونکہ جس قدر آسمان زمین سے بلند ہے۔اُسی قدر میری راہیں تمہاری راہوں سے اور میرے خیال تمہارے خیالوں سے بلند ہیں"۔

اگر حضور المسیح اہلِ یہود کی توقعات پوری کرتے تو تین قوی ثبوت اس امر پر دلالت کرتے کہ وہ خدا کی طرف سے نہیں۔

- اہل یہود کے نظریات جزوی، تعصبانہ اور شرارت آمیز تھے۔
- ایک عالمگیر کامل اور ابدی ہادی ہونے کے ساتھ ساتھ وہ اہلِ یہود کے خیالات کے مطابق نہ ہو سکتے تھے۔
- وہ انبیاء کی پیشینگوئیوں کو پورا کرتے۔ بالمقابل ان کے اگر وہ خدا کی راہوں اور اُس کے خیالوں پر پورے اُترتے ہوئے انبیاء کرام کی پیشینگوئیاں پوری کرتے تو پھر ان کا رد کیا جانا نہ صرف یقینی بلکہ ضروری تھا۔

یہ بھی ضروری تھا کہ المسیح اپنے عہدہ جلیلہ کی تصدیق معجزات سے فرماتے۔اگر حضرت موسیٰ کی طرح وہ قوم کے سامنے برملا آکر حیران کن اُور مافوق الفطرت معجزات کی بہتات سے المسیح ہونے کا ثبوت دیتے تو قطع نظر اس کے کہ قوم کے روحانی خناق کا علاج نہ ہو سکتا اور گناہ اور موت کا ڈنگ جوں کا توں رہتا۔ قوم گمان غالب سے رُومی طاقت کے خلاف سیاسی اور عسکری بغاوت پر اُتر آتی اور "گنہگاروں کے منجی" کو دنیاوی تخت پر متمکن کرکے اُس کے سامنے بحثیت ایک دنیاوی حکمران سر بسجود ہو جاتی۔ بر خلاف اس کے یہ بھی "روحانی دنیا کی آئینی ضرورت تھی کہ وہ صفاتِ الٰہیہ سے آراستہ و پیراستہ ہونے کا ثبوت معجزات سے دیتے۔اس لئے عظیم الشان مشن کے تقضاؤں کو پورا کرنے اور عمومی خیالات کو غلط طور متاثر ہونے سے بچانے کے لئے " شہرت" سے بچ کر "دلِ یزداں" میں گڑی ہوئی "ازلی صلیب" کے کرشمے جسمانی اور روحانی بیماریوں کو موت کے گھاٹ اُتارنے اور زندگی اور موت پر بھی اختیار رکھنے سے دکھاتے۔ایک نتیجہ برآمد کرنے اور دوسرا نتیجہ روکنے کے جواز میں معجزات المسیح بین ثبوت ہیں۔ "تم کسی نہ کہنا"۔ "ابھی میرا وقت نہیں آیا"۔

"خود نفسی" انسانی فطرت کی نمایاں خصوصیت ہے۔ تمام طبقات میں اس کا سکہ جاری اور ساری ہے۔ ہر شخص اپنے ہم رتبہ یا بہتر رتبہ والے پر نظر رکھ کر طاقت، دولت اور اثر میں نہ صرف ہم پلہ بلکہ بڑھنا چاہتا ہے۔ "الٰہی تقاضا یہ ہے کہ انسان گرے ہوئے کو اٹھائے۔ خود غرضی کا تقاضا ہے کہ خود کو دوسروں پر نہ صرف سرفراز بلکہ مسلط کرے۔انسانی جماعتوں میں "گلہ کاٹ" مقابلہ اسی ناپاک زہر کے باعث ہے۔انسانی جماعتوں میں " گھناؤنی اقتصادی سیاسی، معاشی، اثری اور بدحال جو "عہد خلافت" اور دعویٰ سربراہ مخلوقات" کے منہ پر طمانچہ ہے۔اسی خود غرضی کے باعث ہے۔ادنیٰ واعلیٰ سب اسی زہر کے مریض ہیں چاہے "بیرونی" مظہرات کے طفیل وہ خوبصورت الفاظ۔ ملمع چڑھے کردار اور رسمی مذہب کے تقاضاؤں کو پورا کرنے کی وجہ سے مریض، حریص اور ننگ انسانیت معلوم نہ ہوں۔

وہ جسے سب ناموں سے افضل نام بخشا گیا۔ جسے زندگی اور موت کی کنجیاں حوالہ کی گئیں۔ الفا و امیگا۔ اول و آخر۔ الوہیت کی تمام معموی کا مرکز و مظہر، کلام اللہ، بیت اللہ، کس انداز میں ظہور فرماتا ہے۔ چرنی میں! اگر المسیح اہل یہود کی توقعات کے مطابق داؤد و سلیمان کی شان و شوکت میں ملبس، عسکری اور محلاتی حشمت میں گھرا ہوا ظاہر ہوتا۔ تو کیا یہ نتیجہ نکالنا دلیل، برہان کے منافی ہوگا۔ کہ انفرادی اور قومی ذہن حلم و سادگی کو ننگِ انسانیت سمجھتا۔ تکبر و آرزو تازیانہ حیات ہوتے۔ اور کیوں نہ 'انسانی آرزوؤں کے مرکز۔ المسیح۔ کا نمونہ سامنے ہوتا۔ اس کے کردار اور روحانی قد کو پہنچنے کی بجائے اُس کی دنیاوی منزلت کو پانا اولین مقصد ہوتا۔ دنیاوی اور روحانی تکبر کو شہ ملتی۔ اعلیٰ مقاموں والے اپنے حالات سے مطمئن نہ ہوتے ہوئے گرے ہوؤں کو اٹھانے اور اُبھارنے کی بجائے اُنہیں اور پامال کرتے تاکہ خود اُبھریں۔ پھلیں اور پھولیں۔ دنیاوی مال و دولت اور طاقت میں مقابلتاً کم درجہ کے لوگ اپنی حالت پر قانع ہونے اور اخلاقی فضیلت و بزرگی کو طرہ زندگی سمجھنے کے بجائے اپنی بے بسی۔ کم مائیگی پر تمام کناں ہوتے۔ اور کیوں نہ ہوتے۔ اُن کا ملجا و ماوا۔ مرکز ایمان، دنیاوی مال و دولت اور حشمت میں "بے مثل تھا۔ کیا دولتمند و طاقت ور میں تکبر و خود غرضی اور بے حسی اور کم درجہ کے لوگوں میں بے دلی، کم مائگی اور احساسِ ذلت پیدا کرنے والا۔ المسیح ہوتا؟

اگر یونانی ذہن کی تسکین کے لئے المسیح کے ایک فیلسوف کا اندازِ فکر اور طرزِ کلام رکھتا تو کیا عام انسانیت اپنی ذہنی، فکری اور روحانی پیاس کے لئے کوئی چشمہ، پاسکتی؟ اگرچہ اُس نے بارہ برس کی عمر میں علمائے دین کو لاچار کر دیا اور جب فقیہوں، ربیوں اور فریسیوں نے کئی بار اسے اپنے سوالات کے فریب میں لانے کی کوشش کی تو منہ کی کھائی۔ لیکن ازل سے سربستہ الٰہی رازوں کو عام اور سادہ الفاظ میں زندگی کے عام روزمرہ واقعات کی مثالوں سے منکشف کیا تاکہ فیلسوف اور عالم کے متکبر دل اور ذہن کو اور شہ نہ ملے اور عوام اپنے خالق کے قانون کی منشاء اور روحانی ضرورت سے نابلد اور محروم نہ رہ جائیں۔

کوئی شخص جو المسیح کے نام سے کہلانا چاہتا ہے اور اُس کی رفاقت کی آرزومند اور متمنی ہے۔ کبھی بھی اُس کی قربت حاصل نہیں کر سکتا۔ جب تک خود غرضی، خود نفسی، خودستائی، کو خیر باد کہہ کر اپنے اعلیٰ مقام، طاقت اور قدرت کو اُس کے قدموں میں حقوق سے محروم انسانیت ،،،،،،، بلند کرنے کی خاطر مسح کرنے کے لئے پیش نہ کرے"۔ میں نہیں بلکہ جنابِ مسیح نے یہ فرمایا ہے کہ "میں اس لئے آیا ہوں کہ ہم زندگی پائیں اور کثرت سے پائیں"۔

تاریخ کا یہ فتویٰ ہے کہ روئے زمین پر ایک انچ بھی ٹکڑا ایسا نہیں کہ جہاں کچلے ہوؤں کو اٹھایا گیا ہو اور اٹھایا جا رہا ہو۔ نسوانیت کی تکریم و برابری کا کام ہوا ہو اور ہو رہا ہو۔ بیماروں مجبوروں کی دلداری کی گئی ہو یا کی جا رہی ہو۔ ظاہری مذہب پرستی کو روحِ مذہب کے منافی سمجھا گیا ہو۔ یا سمجھا جا رہا ہو۔ "شہری حقوق و فرائض" اور سوشل ویلفیئر کے کام ہوتے ہوں یا ہو رہے ہوں۔ طاقت کی بجائے دلیل و ثالثی، غرور کی بجائے حلم و انکسار کے نعرے بلند ہوتے ہوں یا ہو رہے ہوں اور یہ حضور المسیح کے فیض سے نہ ہو۔ آسمانی اور جلالی مقاموں کو چھوڑ کر موت بلکہ صلیبی موت گوارا کرنے والا "خدا کے فرزندوں" اور "نئی انسانیت" کا خالق بنا۔ یہی انجیل جلیل ہے۔ یہ کوئی کتاب نہیں۔

خدا کا یہ مکاشفہ سب کو مبارک ہو!